تعمیرملت کی فکری بنیادیں

مصنف :۔ سید ریاض حسین شاہ

www.shahjee.net

ادارہ تعلیمات اسلامیہ
خیابان سید سیکٹر۳ راولپنڈی

بنیادی عقیدہ

- اللہ ہمارا رب ہے' اور منزّہ عن العیوب ہے۔
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور معصوم عن الخطا ہیں۔
- قرآن مجید خدا کی کتاب' ہمارا ضابطہ حیات اور بے عیب ہے۔

انسان خطاؤں اور لغزشوں کا پتلا ہے۔ اس حیثیت سے بہر حال یہ امکان رہتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے پھسل جائے ---- دورانِ مطالعہ اگر آپ اشارۃً یا صراحتہً کسی بھی انداز میں ہمارے درج بالا بنیادی عقیدہ کو مجروح ہوتا ہوا پائیں تو اس کو ہماری ذاتی کمزوری متصور کرتے ہوئے قلم زد کر دیجئے ہم اپنی عزّت' مقام اور جھوٹی انا کے مقابلہ میں ایمان کو بہر صورت ترجیح دیتے ہیں۔

* * * * *

www.shahjee.net

نوٹ (منجانب :۔ سائٹ ایڈ من)

محترم قارئین۔ اگر آپ کو کسی کتاب / مضمون میں کوئی ٹائپنگ کی لفظی غلطی نظر آئے تو برائے کرم ہمیں فوراً ای میل ایڈریس پر (کتاب / مضمون کا نام بمع صفحہ نمبر) مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر خطا سے محفوظ فرمائے اور جو غلطی ہوئی اُسے معاف فرمائے۔ آمین

E-mail :- kamranis1@hotmail.com
kamran@shahjee.net
Website :- www.shahjee.net

بِسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحِیم

زندگی کے سارے ہنگامے گفت وکلام ، فکر و نظر اور فعل و عمل ہی سے ہیں ۔ اگر ان چیزوں کی سمت درست ہو جائے تو زندگی زندگی ہے اور انہیں صراط مستقیم کا سراغ نہ لگ سکے تو پھر موت کی سیاہی اور فنا کی تاریکی کے سوا کچھ نہیں ۔

اسے بد قسمتی سمجھئے کہ زندگی برف کی مانند پگھلتی جا رہی ہے اور زمانہ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے لیکن قوموں کا تقدیر ساز اور ملل کا محسن احساس ارتقاء ونمو سے ابھی کوسوں دُور ہے ۔ کفر اور باطل کی گہری سازشوں اور مہیب ہتھکنڈوں نے اس کی فکر و نظر اور قوائے جہد و عمل کو اس طرح شل کر دیا ہے کہ اس کے لئے اپنی ذات سے نکل کر سوچنے کا شعور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اجتماعیت مفقود ہے اور اتحاد معدوم بلکہ عالمی سطح پر مسلمان مسلمان سے الجھا ہوا ہے اور حکومتیں ایک دوسرے کی تکفیر کر رہی ہیں ۔ معاشی لحاظ سے چھوٹے ممالک کو "بقائے زندگی" کے چکر نے ملّی تشخص کے قیام سے بیگانہ بنا رکھا ہے اور بڑے اسلامی ممالک کو دولت وثروت نے بدکاری کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے ۔ اگر ایک طرف غربت نے خود غرضی ، فساد جوئی ، چوری اور عیاری ومکاری جیسے امراض پیدا کئے ہیں تو دوسری طرف دولت نے تکبر ، خود پرستی ، شراب نوشی ، فحاشی ، عریانیت ، بے حیائی اور خود فراموشی جیسا مہلک اور موت آفریں زہر عام کیا ہے ۔

غربت اور امارات کے ان متضاد اثرات نے متوسط آبادیوں کو بھی خالی نہیں چھوڑا۔ وہ بھی معاشرتی لحاظ سے اخلاق و کردار کا وہ نمونہ پیش کرنے کے قابل نہیں جو مسلم معاشرے کا طرہ امتیاز ہے ۔

ہمیں اپنی جگہ تسلیم ہے کہ ہمارے ہاں آتش نوا شاعروں ، شعلہ نوا واعظوں ، باذوق ادیبوں ، نکتہ جو حکیموں ، فکر ساز فلسفیوں اور مست ہُو شیوخ کی کمی نہیں ۔ مسجدیں کسی حد تک آباد ہیں ۔ اذانوں کی آواز سنائی دیتی ہے ۔ اللہ ھُو کی ضربیں لگائی جاتی ہیں ۔ قرآن مجید کے ختم پڑھے جاتے ہیں ۔ دینی اور مذہبی جلسے انعقاد پذیر ہوتے ہیں ۔ نذر و نیاز دل کھول کر لٹائی جاتی ہے ۔ زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم بھی برابر جاری ہے ۔ مذہبی جماعتیں بھی اپنے تئیں مصروفِ کار ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ مسلم قوم زمین کے ایک خاص حصہ پر مقتدر ہونے کے باوجود صبح فروزاں کے انتظار میں تارے گن رہی ہے من کل الوجوہ ابھی تک غلبہ اور تمکن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ مشرق ہو یا مغرب ، خون مسلمان ہی کا کیوں گرتا ہے ، گھر مومن ہی کا کیوں جلتا ہے اور کافروں کی سیاسی اور مذموم اغراض کے لئے چھیڑی گئی جنگوں کا تختہ مشق مسلمان حکومتیں ہی کیوں بنتی ہیں ؟

اہل باطل نے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے وہ صرف عسکری نوعیت ہی کے نہیں بلکہ معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے بھی مسلمانوں کو کچھ اس طرح گھائل کیا کہ ملّی وحدت پارہ پارہ ہوئی ۔ ذات پات اور نسلی امتیازات نے پوری طرح ہماری ذہنیتوں پر تسلط جما لیا اور ذھنی اور فکری لحاظ سے ہماری قوم اپاہج اور مفلوج ہو کر رہ گئی اور اس کی کار آمد صلاحیتیں بے کارہ رہ کر زنگ آلود ہونے لگیں ۔

ہم ماتم کے قائل نہیں ، منزل پر پہنچنے کی فکر رکھتے ہیں اور اس راستے میں اپنے ملّی بھائیوں میں جس چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں ، وہ وسائل کا نہ ہونا نہیں بلکہ نظریاتی اضطراب اور تشویش ہے ، جو انہیں قربانی اور ایثار کے لئے باطن سے تیار نہیں ہونے دیتی ۔

اس وقت مسلمانوں میں دو طرح کے لوگ ہیں ۔ ایک بے دین اور دوسرا دین دار ۔ اوّل الذکر کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ دھرتی پر کس کا حکم چلتا ہے اور کس کا چلنا چاہیے ۔ ان کا دل چاہے تو خدا کے وجود کے قائل ہو جاتے ہیں اور دِل چاہے تو

www.shahjee.net

اسلام سے دوچار مذاق بھی کر لیتے ہیں اور جہاں تک دوسرے طبقے کا تعلق ہے تو وہ بے حسی اور جمود کا شکار ہے۔ قومی اور ملّی پیمانے پر انہیں سوچنے کی فرصت ہی نہیں یا اگر کوئی سوچتا بھی ہے تو ماحول اور رسم و رواج کی بوجھل بیڑیاں ان کے قدموں میں پڑ جاتی ہیں اور وہ " ہم چوماد یگرے نیست "کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس طرح ایک مضبوط قوت بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس وقت ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ضروری ہے جس کا تعلق خدا کی ذات اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجودِ سعید سے بدرجہ اتم ہو۔ یاد رہے کہ مسلمان جس وقت تک خدا کی ذات کے ساتھ جنون و شیفتگی کی حد تک وابستگی اختیار نہیں کر لیتے۔ ان کا کوئی مسئلہ حل ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ فرقوں کی جنگیں اور مختلف مکاتب فکر کا آنکھ مچولی اور حکومتوں کے غمزے در حقیقت خدا پرستی کے فقدان کے نتیجے میں ہیں۔ جب تک خدا کی ذات پر یقین اور عقیدہ مضبوط نہیں ہوگا، خواہشات کبھی ختم نہیں ہوں گی اور نفس اور شیطان کبھی ہار نہیں مانیں گے۔

ایک بار دل سے یہ پڑھنا ہی پڑھے گا:۔

لَا اِلٰہَ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ط

یہ ہے وہ مضبوط بنیاد جس پر ہمیں ایک ایسی قوم تیار کرنی ہے جو خدا ترس اور بااخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ جری، جفاکش اور جانباز ہو جسے بدی کو للکارنا آتا ہو اور خدا کی راہ میں جان لگانا اس کے لئے مشکل نہ ہو۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ قوم کی تربیت کون کرے گا۔ ملت میں ایمان کی لہر دوڑانے میں کون سی قوتیں حرکت میں آئیں تو اس سوال کا جواب حاصل کرنے سے پہلے ہمیں ایک نقشہ تیار کرنا ہوگا جس کے مطابق ہم نے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے اور پھر اس کے بعد احیائے حق کے لئے باطل کے خلاف ایک جانگسل کشمکش شروع کرنی ہے اور اس وقت تک کرنی ہے کہ

" حَتّٰی یَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ "

یعنی دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

ہماری سوچ کے مطابق اس سارے کام کی چھ ٹھوس بنیادیں ہو سکتی ہیں۔

1. ایمان
2. علم
3. عمل
4. روحانیت
5. قوت
6. جہاد

جہاں تک اصطلاح " ایمان " کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ہم بڑے واشگاف انداز میں ان تین لطیف حقیقتوں کی طرف اشارہ کریں گے جن پر ایقان کا ہونا لازمی ہے۔ مراد اللہ کا رب ہونا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول ہونا اور اسلام کا دین ہونا ہے۔ عقائد میں یہ تین ایسی بنیادیں ہیں جن کے تحت وہ تمام ماوراء الطبیعاتی حقائق آجاتے ہیں جن پر ایک مسلمان کا ایمان رکھنا ضروری

ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی بے جانہ ہوگی کہ ایمان کا معنی زبان سے کسی چیز کا ادا کر دینا نہیں بلکہ دل کی دنیا سے کسی حقیقت کو تسلیم کرنا ہے یعنی کسی عقیدہ کا علی وجہ البصیرت ہونا لازمی ہے اور اس ضمن میں وہ لوگ جن کے دینی اور اسلامی نظریات کو حق الیقین کی حد تک ایمان کا درجہ حاصل ہے ' ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پرانے دوستوں کی کشتِ قلوب میں جن کے نظریات ہوا کے سرسری جھونکوں کے ساتھ لرز جاتے ہوں۔ ایمان کی تخم ریزی کریں۔ یہاں تک کہ ملت اسلامیہ میں من حیث القوم خدا کا احساس حاکمیت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احساس محبوبیت وکاملیت غالب ہو جائے۔

ایمان جب سینوں میں رسوخ حاصل کرلے تو اس کا پہلا اثر دل اور دماغ میں جستجو اور تلاش حقیقت کا شدید داعیہ پیدا کر دینا ہے۔ اس مقام پر صاحبِ ایمان میں "العلم" کے حصول کے لئے تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے " العلم " سے مراد خدا کا وہ عظیم صحیفہ ہے جس کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر ہوا۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان کے لئے ایمان کے بعد جس چیز کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ وہ قرآن مجید کا سیکھنا اور ایک تڑپ کے ساتھ سیکھنا ہے۔ یہاں پر ایک بات ضرور ذہن میں رہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں " رطب ویابس "یعنی سارے علوم وفنون کی اصولی تعلیم رکھ دی گئی ہے اور جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ "قرآنی علوم میں مہارت حاصل کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کو مشعل راہ بنا کر دنیا کے سارے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی جائے اور یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے آج ہم جدید دنیا کی ماڈرن سازشوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ (العلق : ۱)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"

یعنی زندگی 'پڑھائی اور رب کی یاد دونوں کا امتزاج ہونی چاہیے۔ آج " اقراء " پر جدید قومیں عمل کرتی ہیں اور " رب کا نام " ایک ایسی قوم لے رہی ہے جو " العلم " میں مفلوج ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ " العلم " پڑھا جائے لیکن ہر لحظہ رب کے نام اور اس کی ذات پر یقین غالب رہے اور ایک سچی مسلمان قوم ہی خدا کے اس حکم پر پوری طرح عمل کر سکتی ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن

نیست ممکن جز بقرآن زیستن

اس اہم مقصد کے حصول کے لئے اساتذہ ' معلّمین ' مدرسین اور علماء اور پڑھے لکھے احباب کی جو ذمہ داریاں ہیں اگر وہ کماحقہ انہیں پورا نہیں کریں گے تو نئی نسل کے قلب وذہن کو قرآنی قالب میں ڈھالنا اور ان کی تربیت اس انداز سے کرنا کہ ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو اور وہ زندگی کے مقاصد سے ہمکنار ہو سکیں ' کیونکہ ممکن ہوگا۔

تیسرا نکتہ جس پر ہمیں کچھ عرض کرنا ہے وہ ہے " عمل " اچھی فصل کے اگنے کا دارومدار اچھے بیج اور کسان کی محنت پر ہوتا ہے۔ نظریات خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے بہتر نتائج پیدا کرنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک قرآن حکیم اور اسلام کے خیر ہونے کا تعلق ہے تو ان کی عظمت سے بیگانے بھی منکر نہیں۔ فرق جس چیز کا ہے وہ مسلمان قوم کا قرآنی نظریات پر عمل ہے۔ اور اسی حقیقت کی طرف قرآن حکیم نے یوں اشارہ کیا :۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ (البنیتہ : ۷)

" بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اچھا عمل کیا تو وہی سب سے بہتر مخلوق ہے "

اس لحاظ سے یہ ہماری قومی ضرورت ہے کہ ہم اعمال صالحہ کی طرف رجعت قہقریٰ سے کام لیں اور یہ بدکاریوں سے توبہ کا عمل قومی اور ملّی پیمانے پر ہونا چاہیے۔ جب تک ملّت میں عمل صالح کی ایک لہر نہیں اٹھے گی، کسی دوررس اور مستقل اسلامی انقلاب کی امید رکھنا عبث ہے۔ اس لئے کہ نازک شاخیں زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتیں۔ معاشرہ ایک شاخ کی مانند ہے۔ وہ اخلاقی اور روحانی، دینی اور ملّی اقدار کے لحاظ سے جتنا قوی اور مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ بوجھ برداشت کر سکے گا۔

اب رہا یہ نکتہ کہ اعمال صالحہ کی رغبت ہونے کا موثر طریق کار کون سا ہے تو اس سلسلہ میں ایک گہری اور عمیق فکر کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ " تزکیہ " کا نظام فعال ہونا چاہیے اور اسی عمل کو ہم " روحانیت " کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی چیز عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بصورت " احسان " موجود تھی۔

ایسے نظریات جو اپنے ماننے والوں کے سینوں میں اطمینان اور چین پیدا کرنے میں ناکام ہو جائیں، حقیقت میں وہ ایسی کھوکھلی بنیادیں ہوتے ہیں جن پر تعمیر کی گئی عمارتیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ اسلام ایک ٹھوس نظریہ زندگی اور نظام حیات ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا جامع روحانی پروگرام بھی رکھتا ہے جس سے انسانی دل اطمینان اور حقیقی مسرت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ اسلام کی سچی روحانیت ہی تھی کہ جب تک مسلمانوں کی زندگی میں اس کا وجود رہا، اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ لیکن جب سے جدت پسند لوگوں نے اسے "افیون" سے تعبیر کیا۔ اسلام کی ترقی و ترویج کے امکانات کم ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اب سننے میں آیا ہے کہ یورپ کے بے شمار لوگ " روحانیت " کی تلاش میں " ہندو مذہب " قبول کر رہے ہیں۔ اگر مسلمان اپنی کھوئی وراثت کو حاصل کریں اور دعوت و تبلیغ کا کام وہ "صوفیا" کے انداز سے کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں کہ مشرق کے ملحدین اور مغرب کے مادہ پرست لوگ اسلام کے سامنے اپنا سر جھکا دیں، اس لئے کہ پیاسے کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے گھاٹ کا تشخص کوئی معنی نہیں رکھتا۔

مجھے یہاں نظام روحانیت کو بگاڑنے والے ان نام نہاد خانقاہ نشینوں سے بھی شکوہ ہے جن کے طیور ارواح تو فالج زدہ ہونے کی وجہ سے لاہوتی پرواز سے عاجز ہیں لیکن ان کے ہاں آباء پرستی رسم افشائی اور قبر فروشی کے سارے کام گرما گرمی سے جاری ہیں۔ عوام الناس بھی روحانیت کا حقیقی تعارف نہ ہونے کی وجہ سے منزل آشنا نہیں ہونے پا رہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صداقت اور حقیقت رکھنے والی خانقاہوں سے "تزکیہ" کی ایک بھرپور تحریک اٹھے اور لوگوں کے سینوں سے ماسویٰ اللہ ختم کر دے اور ان کا اٹھنا بیٹھنا اور سوچ و فکر سبھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے مطابق بنا دے۔ یہاں تک کہ خانقاہوں کے تربیت یافتہ خدا پرست لوگ احیائے دین کے لئے اپنا سب کچھ وقف کریں۔

جو دوسروں کے لئے بے قرار ہو ہر دم
وہ مشت خاک، وہ پارہ تلاش کرتا ہوں

مذکورہ صدر ساری باتیں ہی ابتدائی نوعیت کی ہیں۔ اگر قومی اور ملّی حیثیت سے ہم ایمان و عشق، علم و عمل اور روحانیت کے حامل ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے اسلامی انقلاب کا خاکہ تیار کر لیا اس مرحلے کے بعد " باطل " کے خلاف ہم نے ایک قوت تیار کرنی ہے۔ اور قوت کا تصور صرف افراد سے نہیں ہوتا' اس کے لئے ہمیں قرآن حکیم کے حکم پر عمل کرنا ہو گا۔

واعد والھم ما استطعتم

" اور ان کے مقابلہ میں خوب تیاری کرو"

ہمارے کسانوں اور مزدوروں کو صنعت کاروں اور ہنر مندوں کو، معلّمین اور طلبا کو، ملازمین اور موظفین سبھی کو محنت کرنا ہو گی۔ ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے پڑیں گے۔ معاشی اور مذہبی فرقہ بندیاں ختم ہوں گی اور ضرورت کے مطابق ایثار اور قربانی پیش کرنا ہو گی۔ یہی وہ سنگاخ راستہ ہے جو ہماری ملت کو بین الاقوامی سطح پر ایک قوت اور طاقت کی صورت میں نمودار کر سکتا ہے۔

اس کے بعد ہمیں اپنی زندگی کا حقیقی مقصد پورا کرنے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ شروع کرنا ہے۔ اس کی عمومی صورت تو "دعوت الی اللہ" ہی رہے گی جس کا واضح مطلب زمین پر خدا کا نظام عدل قائم کرنا اور نظام ظلم کو جڑ سے اکھیڑنا ہے۔ لیکن اگر کوئی طبقہ انسانیت ظلم سے باز نہیں رہتا اور اپنے کفری نظام سے انسانیت کو ایذا پہنچانے پر تلے رہنے کی ٹھان لیتا ہے تو پھر خدائی فوج زمین میں ظلم و استیصال برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ ایک عزم اور حوصلے سے کفر و باطل کے خلاف کشمکش شروع کر دیتی ہے اور اسی طرف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ھَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتُجَاھِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَاَنۡفُسِکُمۡ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ؕ

" اے ایمان والو! کیا تمہیں ایسی تجارت نہ بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کے راستے میں جانوں اور مال کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔ اگر جانتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے"

اس وقت یہ بات لائق مسرت ہے کہ قوم کے چند نوجوان اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک امنگ اور تڑپ لے کر کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اللہ کرے ان کی شیرازہ بندی ہو اور ان کی محبتوں اور جہد و عمل کی تحریک باطل کی رسوائی اور اسلام کے احیاء کا باعث بن جائے۔ امین

روشن کہیں بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں
گلشن میں چاک چند گریباں ہوئے تو ہیں

♠♠♠♠♠♠♠♠

www.shahjee.net